رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶ ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۴-۲۱-۲۸ تاریخ کو قادیان دار الامان سے نکلتا ہے رجسٹرڈ نمبر ۲۲۹

فاروق

قادیان

ایڈیٹر میر قاسم علی احمدی

جلد ۱۴	قادیان مورخہ ۷ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ۵ رجب سنہ ۱۳۴۸ھ	نمبر ۳۳

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سلسلہ کی خبریں

(۱) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کو بعد نماز جمعہ کسی قدر حرارت ہو گئی۔ اب نسبتاً افاقہ ہے۔ احباب دعاء صحت کرتے رہیں۔

(۲) سالانہ جلسہ کے لئے فراہمی چندہ کا کام نہایت سرگرمی سے ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ جلد سے جلد معینہ رقم ہر ایک جماعت فراہم کر کے بھیجدیگی ۔

(۳) احمدیہ ٹورنمنٹ قادیان ۲۸ نومبر سے شروع ہو کر ۶ دسمبر کو ختم ہوا۔ جس میں مدرسہ احمدیہ۔ جامعہ احمدیہ تعلیم الاسلام ہائی سکول۔ ڈیوئین کلب۔ وجنٹلمین ٹیموں نے رسہ کشی۔ والی بال۔ ہاکی۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ کبڈی۔ سوگز کی دوڑ۔ لانگ جمپ۔ ہائی جمپ۔ بال تھرو کھیلیں دکھائیں۔ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کی ٹیموں نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ جلسہ تقسیم انعام غالباً جمعہ کے روز ہوگا جب مختلف انعامات کامیاب ہونے والوں کو تقسیم کئے جائینگے ۔

(۴) ۲ دسمبر کو صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور مذبح کے لئے تجویز کردہ جگہ کا ملاحظہ فرمانے آئے۔ اور موقع مذبح کا معائنہ

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے اخراجات جلسہ سالانہ کی تحریک اور اس پر جماعت احمدیہ قادیان کا مخلصانہ لبیک

مقامی انجمن احمدیہ قادیان نے اخراجات جلسہ سالانہ کی وصولی کا انتظام محلہ وار مندرجہ ذیل اصحاب کے سپرد کیا ہے۔ لہذا جماعت احمدیہ قادیان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو مد نظر رکھ کر بغرض آگاہی عام اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

(۱) دار الامان شمالی حصہ وجنوبی حصہ :- شیخ عبد الرحمن صاحب مصری پریذیڈنٹ۔ صوفی علی محمد صاحب جنرل سیکرٹری فیروزپوری سکرٹری بھائی شیر محمد صاحب حافظ محمد حسین صاحب ۔

(۲) محلہ ارائیاں وکمہاراں :- منشی عبد العزیز صاحب سیکرٹری۔ میاں صدر دین صاحب۔ میاں شاہ محمد صاحب۔

(۳) دار العلوم ودار السلام :- ماسٹر محمد علی صاحب سیکرٹری۔ شیخ احسان علی صاحب۔

(۴) دار الرحمت :- صوفی غلام محمد صاحب۔ پریذیڈنٹ۔ ڈاکٹر فضل دین صاحب وٹرنری اسسٹنٹ سرجن سکرٹری۔ مولوی فضل الہی صاحب۔ منشی محمد اسمٰعیل صاحب۔ بھائی عبد الرحیم صاحب ۔

(۵) دار الفضل دار البرکات :- سردار کرم داد خاں صاحب بلوچ پریذیڈنٹ۔ منشی محمد سمیع صاحب سکرٹری کپتان عبد الکریم خاں صاحب پنشنر۔ ٹھیکیدار محمد عبد اللہ صاحب ۔

(۶) دار الضعفاء ننگل ہر دو :- ڈاکٹر غلام غوث صاحب سکرٹری۔ مولوی خیر دین صاحب۔ مہر دین مہر صاحب۔ میاں عزیز دین صاحب ۔

(۷) احمد آباد :- مستری عبد الرحمن صاحب ٹھیکیدار سکرٹری۔ بابو صاحب ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۸) قادر آباد:۔ مولوی سکندر علی صاحب۔
(۹) بھینی:۔ منشی غلام محمد صاحب۔ مولوی محمد علی صاحب نمبردار۔ شیخ محمد صاحب۔ الہ دین صاحب ⁂
المعلن محمد الدین احمدی ملتانی نائب سیکرٹری جماعت احمدیہ۔ قادیان)

خبروں کا گلدستہ

لاہور میں ۱۲ر نومبر کی شب کو شاہ عالمی اور موچی دروازہ کے درمیانی باغ میں ایک شخص محمد حسین کو اس کے گھر سے بلا کر کوئی قاتل باغ میں لے گیا۔ اور وہاں ایک دوسرا نوجوان دیو بلیھ بھی پہلے سے موجود تھا۔ قاتل نے محمد حسین اور دیو بلیھ دونوں کو چھری سے ہلاک کر دیا۔ یہ دونوں ہسپتال پہنچ کر مر گئے۔ مقتولین میں سے کوئی بھی بیان نہ دے سکا قاتل فرار ہو گیا۔

قاتل کا پتہ لگ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ قتل شہر کی دو ڈیروں کی باہمی عداوت کا نتیجہ ہے۔ جن کی آپس میں اکثر لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ اس عناد اور فساد کی تہ میں چند خوبصورت لونڈوں کے سوا اور کوئی سبب نہیں ہے۔ قاتل کا نام محمدا بتلایا جاتا ہے جو سرحد کا رہنے والا ہے۔ اور قتل کرنے کے بعد یہ شخص بادامی باغ کے اسٹیشن سے سوار ہو کر سیدھا پشاور کو روانہ ہو گیا۔ پولیس نے تمام اسٹیشنوں پر تار بھیج دیئے ہیں۔ اور پولیس کا ایک دستہ بھی اسکی گرفتاری کے لئے روانہ ہو گیا ہے۔

حکومت پنجاب نے ان تمام عدالتوں کے نام کو جو بغاوت وغیرہ کے مقدمات سماعت کر رہی ہیں یہ سرکلر بھیجا ہے۔ کہ جن ملزموں نے حکومت کے خلاف صرف بغاوت کی ترغیب دی ہو۔ ان کو سپیشل کلاس کا قیدی بنایا جائے۔ لیکن جن ملزموں نے بغاوت کے علاوہ تشدد کی تلقین بھی کی ہو۔ ان کو اسپیشل کلاس کا قیدی نہ بنایا جائے۔

مسٹر سکھدیو کو پنجاب پولیس ناہن سے گرفتار کر کے لائی ہے۔ اور ۲۰ر نومبر کی شام کو ۶ بجے لکھنؤ ایکسپریس سے سکھدیو کو لاہور لایا گیا۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی اور منہ پر نقاب پڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ قریباً نصف درجن سپاہی اور پولیس کا ایک انسپکٹر تھا۔ سکھدیو لاہور کے ایک کالج میں ایم اے کلاس میں پڑھتا ہے۔

لاہور میں ۲۱ر نومبر کو مسٹر لوئیس ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں سکھدیو کو پیش کیا گیا۔ تو اس نے عدالت میں داخل ہوتے ہی انقلاب زندہ باد کے نعرے لگائے۔

لاہور میں جن ایام میں کانگریس کا جلسہ ہوگا انہیں دنوں میں سکھ لاہور میں اکالی کانفرنس کا جلسہ ہوگا۔ انہیں دنوں میں سکھ لاہور میں اکالی کانفرنس کی جلسہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ کانگریس نے سکھوں کے ساتھ جو بے انصافی کی ہے اس کے احتجاج کے طور پر اکالی کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ سردار کھڑک سنگھ کا بیان ہے۔ کہ کسی سکھ کو کانگریس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ صرف ماسٹر تارا سنگھ کو پرائیویٹ حیثیت سے شرکت جلسہ کانگریس کی اجازت دی گئی ہے۔

ضلع علی گڑھ کے ملکانے جو تحریک شدھی کے دباؤ سے مرتد ہوئے تھے۔ اب بتدریج دائرہ اسلام میں پھر داخل ہو رہے ہیں۔ موضع پورا تحصیل ہاتھرس میں صرف گیارہ آدمی ایسے ہیں۔ جو مسلمان ہونے سے باقی رہ گئے ہیں۔

پارلیمنٹ کے دار العوام میں مسٹر ونٹرٹن کے سوال کے جواب میں وزیر ہند نے کہا کہ ہم مقدمہ سازش میرٹھ میں دخل نہیں دے سکتے۔ اہل ہند کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ملزموں کو عام معافی دینا یا ان کے مقدمہ کی سماعت جیوری کے اجلاس میں کرنا ہمارا کام نہیں ہے۔

ہندوستان کو درجہ نو آبادیات دینے کے متعلق لیبر حکومت کے ذمہ دار ارکان نے اس خبر کی صداقت سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ یہ فرض کر لینا انتہا درجہ کی بے وقوفی ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ ہندوستان کو کچھ دینے کے لئے قدم اٹھانے والی ہے۔ سائمن کمیشن کی رپورٹ پر غور ہونے سے پہلے تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور یہ رپورٹ ۱۹۳۰ء سے پہلے تیار نہیں ہو سکتی ⁂

میرٹھ کے مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت ختم ہو گئی۔ ملزموں نے مسل کا معائنہ کر لیا۔ چنانچہ ۲۳ر نومبر کو اسپیشل مجسٹریٹ نے مقدمہ سازش میرٹھ کے ملزموں کے بیانات قلمبند کرنا شروع کر دیئے۔ بہت سے ملزموں نے اپنے بیانات محفوظ رکھے۔ وہ اپنے بیان سیشن میں دیں گے۔ بعض ملزموں نے دلچسپ بیان دیئے۔ مثلاً لالہ کدار ناتھ سہگل نے کہا کہ میں غلام ہوں۔ آزادی کے ملنے کے بعد انسان بنونگا میرا پیشہ پولیس کے ہاتھ گرفتار ہو کر جیل جانا ہے۔

مہاتما گاندھی نے ایک انگریز کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ کہ اب ایک دن کے لئے بھی میرے لئے موجودہ نظام حکومت کے ساتھ ملکر کام کرنا قطعی ناممکن ہے۔ موجودہ نظام حکومت میں مساوات ناممکن ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ موجودہ حکومت ہندوستان کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی ہے۔ اور اس کی بنیاد وحشیانہ طاقت پر قائم ہے۔

دفتر پوسٹماسٹر جنرل بہادر لاہور کی غلطی

۲۸ر نومبر کا فاروق جب ڈاکخانہ میں پوسٹ ہونے کیلئے بھیجا جانے لگا۔ تو پوسٹماسٹر جنرل لاہور کے دفتر سے مینیجر فاروق کے نام ایک حکم آیا۔ کہ فاروق کا رجسٹریشن نمبر منسوخ کر دیا گیا۔ جس کی وجہ نہایت ہی افسوسناک اور فاش غلطی سے یہ بتائی گئی ہے۔ کہ ۲۱ر نومبر کو فاروق چونکہ شائع نہیں ہوا۔ اسلئے یہ رعایت ڈاکخانہ کی منسوخ کیجاتی ہے۔ حالانکہ کوئی رول ڈاکخانہ جات کی کتاب میں ایسا نہیں ہے۔ کہ جس کی بنا پر اگر کوئی پرچہ کسی ایک تاریخ کو شائع نہ ہو۔ تو اس کا رجسٹریشن نمبر منسوخ کر دیا جائے اسلئے ۲۸ر نومبر کا اخبار روک لیا گیا۔ صرف ایک سو پرچہ دو پیسہ کے ٹکٹ لگا کر بھیجا گیا۔ اور پوسٹماسٹر جنرل کو اس فاش غلطی کی اصلاح کیلئے بذریعہ تار توجہ دلائی گئی ہے۔ جس کا جواب ابتک موصول نہیں ہوا۔ اسلئے ... ⁂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"فاروق"

قادیان دار الامان مورخہ ۷؍ دسمبر ۱۹۲۹ء

کلام الامام

(از حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

قلمی جنگ

اس وقت جو ہم پر قلم کی تلواریں چلائی جاتی ہیں۔ اور اعتراضوں کے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اپنی قوتوں کو بے کار نہ کریں۔ اور خدا کے پاک دین اور اُس کے برگزیدہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کے لئے اپنے قلموں کے نیزوں کو تیز کریں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ اللہ تعالےٰ نے سب سے بڑھکر ہم کو یہ موقع دیا۔ کہ اُس نے سلطنت برطانیہ میں ہم کو پیدا کیا۔ محسن کے احسانات کی شکر گذاری کے اصول سے ناواقف جاہل ہمارے اس قسم کے بیانات اور تحریروں کو خوشامد کہتے ہیں۔ مگر ہمارا خدا بہتر جانتا ہے۔ کہ ہم دنیا میں کسی انسان کی خوشامد کر سکتے ہی نہیں۔ یہ قوت ہی ہم میں نہیں ہے۔ ہاں احسان کی قدر کرنا ہماری سرشت میں ہے۔ اور محسن کشی اور غداری کا ناپاک مادہ اُس نے اپنے فضل سے ہم میں نہیں رکھا۔ ہم گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانات کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس کو خدا کا فضل سمجھتے ہیں۔ کہ اس نے ایک عادل گورنمنٹ کو سکھوں کے پُرجفا زمانہ سے نجات دلانے کے لئے ہم پر حکومت کرنے کو کئی ہزار کوس سے بھیج دیا۔ اگر اس سلطنت کا وجود نہ ہوتا۔ تو میں سچ کہتا ہوں۔ کہ ہم اس قسم کے اعتراضوں کی بابت ذرا بھی سوچ نہ سکتے۔ چہ جائیکہ ہم اُن کا جواب دے سکتے۔

اب ہم ان اعتراضوں کا جواب بڑی آزادی سے دے سکتے ہیں۔ پھر اگر ہم اللہ تعالےٰ کے اس فضل کی قدر نہ کریں۔ تو یقیناً سمجھو کہ بڑے ناقدر شناس اور ناشکر گذار ہوں گے۔ ہم کو غور اور فکر کا موقع ملا۔ دعاؤں کا موقع ملا۔ اور اس طرح پر خدا تعالےٰ نے اپنے فضل کے ابواب ہم پر کھولے۔ اگرچہ مبدء فیاض وہی ہے۔ لیکن انسان اپنے میں ایک شے قابل بناتا ہے۔ اس پر بلحاظ اس کی استعداد اور ظرف کے فیض ملتا ہے۔ یہ خوشی کی بات ہے۔ کہ اس تقریب کیوجہ سے ہندوستان اور پنجاب کے رہنے والے جوہر قابل بن رہے ہیں۔ اور ان کی علمی طاقتیں بھی ترقی کر رہی ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ مقام دار الحرب ہے پادریوں کے مقابلہ میں۔ اس لئے ہم کو چاہیئے۔ کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو۔ کہ ہماری حرب اُن کے ہمرنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں۔ اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہیئے۔ اور وہ ہتھیار ہے

قلم

یہی وجہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس عاجز کا نام

سلطان القلم

رکھا۔ اور میرے قلم کو

ذو الفقار علی

فرمایا۔ اس میں یہی سِر ہے۔ کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں ہے۔ بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔ پھر جب یہ بات ہے۔ تو یاد رکھو۔ کہ حقائق اور معارف کے دروازوں کے کھلنے کے لئے ضرورت ہے تقویٰ کی۔ اس لئے

تقویٰ اختیار کرو

کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ اور میں گن نہیں سکتا کہ یہ الہام مجھے کتنی مرتبہ ہوا ہے۔ بہت ہی کثرت سے ہوا ہے۔ اگر ہم نری باتیں ہی باتیں کرتے ہیں۔ تو یاد رکھو۔ کچھ فائدہ نہیں ہے۔ فتح کے لئے ضرورت ہے۔ تقویٰ کی۔ فتح چاہتے ہو۔ تو

متقی بنو

میں ہندوؤں اور عیسائیوں میں دیکھتا ہوں۔ کہ کہ عورتیں بھی بہت بڑی جائیدادیں اور روپیہ اس کام کے لئے وصیت کر جاتی ہیں۔ آج کل کے مسلمانوں میں اس قسم کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ ہمارے لئے جو بڑی سے بڑی مشکل ہے۔ وہ اشاعت کے لئے مالی امداد کی ضرورت ہے۔ یہ تو تم یاد رکھو۔ کہ آخر خدا تعالےٰ نے یہ ارادہ فرمایا ہے۔ کہ خود اپنے ہاتھ سے اُس نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ وہ خود ہی اس کا حامی و ناصر ہے۔ لیکن وہ چاہتا ہے۔ کہ اپنے بندوں کو ثواب کا مستحق بنادے اس لئے نبیوں کو مالی امداد کی ضرورت ظاہر کرنی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدد مانگی اور اسی طرز پر جو منہاج نبوت کی طرز ہے۔ ہم بھی اپنے دوستوں کو سلسلہ کی ضروریات سے اطلاع دیا کرتے ہیں۔ مگر میں پھر بھی یہی کہوں گا۔ کہ اگر ہم کچھ روپیہ بھی اشاعت کے لئے جمع کرلیں۔ تو یہ تو ظاہر بات ہے۔ کہ اس قدر نہیں کر سکتے۔ جس قدر پادریوں کے پاس ہے۔ اور اگر اتنا بھی کرلیں۔ تو بھی میرا ایمان یہی ہے۔ کہ فتح اسی کو ملتی ہے۔ جس سے خدا خوش ہو۔ اس لئے ضروری امر یہ ہے۔ ہم اپنے اخلاق اور اعمال میں ترقی کریں۔ اور تقویٰ اختیار کریں۔ تاکہ خدا تعالےٰ کی نصرت اور محبت کا فیض ہمیں ملے۔ پھر خدا کی مدد کو لے کر ہمارا فرض ہے اور ہر ایک ہم میں سے جو کچھ کر سکتا ہے۔ اُس کو لازم ہے۔ کہ وہ ان حملوں کے جواب دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرے۔ ہاں جواب دینے وقت نیت یہی ہو۔ کہ

خدا تعالےٰ کا جلال ظاہر ہو۔

(الحکم ۱۷؍ جون ۱۹۰۱ء)

فاروق:۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو حضور کے اس ارشاد پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارا نبی،

(سلسلہ کے لئے دیکھو فاروق ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء)

سوال ۸۹: ـ پہلی شادی کے بعد رسول کریم صلعم نے کب اور کتنی شادیاں کیں ۔ ازواج مطہرات کے اسماء مبارک کیا ہیں؟

جواب: ـ پہلی شادی ۲۵ برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضہ سے ۔ چنانچہ ان کی طہارت کی وجہ سے طاہرہ ہی کہتے تھے ہوئی ۔ ۲۵ سال تک یعنی ۵۰ برس کی عمر تک یہ ایک ہی شادی رہی ۔ بعد میں حضرت خدیجہ رضہ کے انتقال کے بعد مختلف اوقات میں حضرت سودہ رضہ ۔ حضرت حفصہ رضہ ۔ حضرت زینب بنت خزیمہ ۔ حضرت ام سلمہ رضہ ۔ حضرت زینب بنت جحش رضہ حضرت جویریہ رضہ ۔ حضرت ام حبیبہ رضہ ۔ حضرت ماریہ قبطیہ رضہ حضرت صفیہ رضہ ۔ حضرت میمونہ رضہ اور حضرت عائشہ رضہ سے نکاح کئے ۔ ازواج مطہرات میں بجز حضرت عائشہ رضہ کے باقی سب ازواج مطہرات ایک دفعہ کی کوئی دو دو تین تین دفعہ کی بیوہ تھیں +

سوال ۹۰: ـ نبی کریم صلعم کی زندگی میں کون سی بیوی کا انتقال ہوا ۔ اور آنحضرت کی وفات کے وقت کون کون ازواج مطہرات زندہ تھیں؟

جواب: ـ آپ کی زندگی میں حضرت خدیجہ رضہ اور حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہو ا تھا ۔ اور باقی سب ازواج مطہرات زندہ موجود تھیں ۔

سوال ۹۱: ـ حضرت خدیجہ رضہ سے کون کون پیدا ہوئے ۔ اور ان میں سے حضور کے بعد کون فوت ہوا؟

جواب: ـ حضرت خدیجہ رضہ سے قاسم ۔ زینب رقیہ ۔ ام کلثوم ۔ فاطمہ رضہ اور عبد اللہ (یا طاہر) پیدا ہوئے تھے ۔ قاسم اور عبد اللہ طفولیت میں ہی فوت ہو گئے تھے ۔ زینب ۔ رقیہ ۔ ام کلثوم بھی حضور کی زندگی میں فوت ہو گئی تھیں ۔ حضرت فاطمہ رضہ حضور کی وفات سے ۶ ماہ بعد فوت ہوئیں ۔

سوال ۹۲: ـ حضرت ماریہ قبطیہ سے کون پیدا ہوا؟

جواب: ـ حضرت ماریہ قبطیہ سے ابراہیم پیدا ہوئے مگر ایک سال کی عمر میں فوت ہو گئے ۔

سوال ۹۳: ـ سب سے آخری شادی حضور کی کس سے ہوئی؟

جواب: ـ حضرت میمونہ رضہ سے ۷ھ میں ہوئی +

سوال ۹۴: ـ نبی کریم صلعم کی شادیوں پر جو اعتراض سخت جہالت سے کیا جاتا ہے ۔ اس کا مختصر جواب دو؟

جواب: ـ انبیائے سابق میں سے بعض نے ازواج کو سینکڑوں اور ہزاروں تک کی تعداد پر پہنچا یا ہوا تھا ۔ مگر رسول کریم نے ۲۵ برس تک ایک بیوی کے ساتھ جوانی کی عمر بسر کی ۔ اور اس کے بعد نہایت ضروری حالات میں جو مصلحت ملکی کے علاوہ خود اسلام کے لئے مفید تھے بیوہوں سے شادی کی ۔ بیواؤں اور پچاس پچاس برس کی بیواؤں سے شادی کرنے میں صاف ظاہر ہے ۔ کہ خواہش نفسانی کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا +

(خانصاحب) عبد المجید خاں کپورتھلہ)

نوجوانوں کے دشمن،

خود کسی محفوظ جگہ بیٹھ کر کسی سادہ لوح کو آگ میں کود جانے کی تلقین کرنا بہت آسان ہے لیکن یہ بات انسانی شرافت اور دیانتداری سے بہت بعید ہے ۔ ایک آریہ سماجی "سوامی ستیہ دیو جی" جرمنی میں بیٹھے ہندوستان کے نوجوانوں کو مشورہ دے رہے ہیں ۔ کہ :-

"پنجاب کے نوجوان اب صحیح رستہ پر گامزن ہونے لگے ہیں ۔ سردار بھگت سنگھ اور بٹکیشور دت نے ان کو راستہ دکھا دیا ہے ۔" (ٹریبیون ۱۷ اکتوبر)

سوامی جی مہاراج کا سات سمندر پار بیٹھ کر یہ کہنا محض دوسروں کے کندھے پر بندوق رکھ کر چلانے کے مترادف ہے ۔ بات تو جب ہے ۔ کہ خود وہ میدان میں آئیں ۔ اور اپنے چیلوں کو ساتھ لے کر اس "صحیح رستہ" پر چل کر دکھائیں ۔

ڈاکٹر مونجے کی ہندو سبھائی ذہنیت

جو لوگ آج کہتے ہیں ۔ کہ نیشنل کانگریس آج سوائے ہندو سبھا کے سامنے گردن اطاعت جھکا دینے کے اور کچھ بھی نہیں ہے ۔ وہ بہت قرین صحت معلوم ہوتے ہیں ۔ جب کانگریس میں وہ پورانے لیڈر با اثر موجود تھے ۔ کہ جنہوں نے کانگریس کو کانگریس بنایا ۔ وہ کبھی ایسی باتیں سننے کے روادار نہیں ہوتے تھے ۔ جو آج ڈاکٹر مونجے اور ان کے ہمخیال ہندو سبھائی لیڈر کہنے کے عادی ہو گئے ہیں ۔ ڈاکٹر مونجے نے امرتسر میں ہندو نوجوان کانفرنس کی صدارتی تقریر میں اُسی اپنی محبوب خیال کو دوہرایا ۔ کہ اگر آزادی کی جنگ میں مسلمان ہندوؤں کا ساتھ دیں ۔ تو زہے قسمت لیکن اگر مسلمانوں نے ہندوؤں کے رستہ میں روڑے اٹکائے تو ہندوؤں کو گورنمنٹ اور مسلمان دونوں قوموں کا مقابلہ کر کے خود سوراج حاصل کرنا چاہیئے ۔ اور ہندو نوجوانوں کو فوجی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے ۔ وہ ڈاکٹر مونجے ہی کیا ہوئے ۔ جو ہندو سبھا میں مسلمانوں پر اعتراض نہ کریں ۔ اب تو ڈاکٹر صاحب مسلمانوں پر صرف روڑے ہی اٹکانے کا الزام لگاتے ہیں ۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ان گزشتہ اور آیندہ خوفناک حملوں سے ڈر کر محفل کو گرمایا کرتے تھے ۔ خیر یہ بھی اُن کی مہربانی ہے ۔ کہ مسلمانوں کے ذکر کو ضروری سمجھتے ہیں ۔ ورنہ مسلمان بوجہ اقلیت کے یہی چاہتے ہیں ۔ کہ آیندہ نظام ملک میں اُن کو اُن کی موجودہ تعداد سے کم حصہ نہ دیا جائے ۔ اگر ڈاکٹر مونجے مسلمانوں کی مدد کے بغیر سوراج لے سکتے ہیں ۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد ۔ مسلمان تو کیا کر سکتے ہیں ۔ لیکن انگریز اغلباً یہ منظور نہ کریں گے ۔ کہ اکیلے ہندوؤں یا مرہٹوں کو...... بلا شرکت مسلمانوں کے سارا ہندوستان سپرد کر دیں ۔ اور یہی سبھائی آریہ سماجی اور مرہٹی ذہنیت والے کانگریسی لیڈروں کے سوائے کانگریس کے تمام سربر آوردہ لیڈروں کا آج تک خیال رہا ہے +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی مشن

بشارت عظمیٰ

(از عزیزہ امۃ الحفیظ اہلیہ ڈاکٹر گوہر دین صاحب بیوہا)

تشنگانِ آبِ عرفاں کو یہ خوشخبری ! کہ ہے
چشمۂ کوثر سے جاری !! آبشارِ قادیان

میں دنیاوی افکار کے بوجھل پروگرام کی ترتیب سے تھک کر ذرا ستانے کے لئے ایک گوشۂ تنہائی میں کرسی پہ بیٹھ گئی۔ ناگہاں میری نظر نیلگوں آسمان پر پڑی۔

آفتاب کی رنگت پھیکی پڑ چکی تھی۔ اور ننھے سے آسمانی پر بادل ناخواندہ مہمانوں کی طرح امڈے ہوئے تھے۔ اگر ان کی رفتار دھیمی پڑتی تو جناب رعد غضبناک ہو جاتے۔ کالے سیاہ ابر کی تیز گامی نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ میں غریقِ نظارہ تھی !! کہ یکایک میری ایک عزیزہ نے آکر مجھے چونکا دیا اور استفسارِ حال کرنے لگی۔ میں نے اس کی توجہ بادلوں کے دلفریب نظارہ کی طرف منعطف کرائی۔ مگر اس کو تو کوئی اور ہی شوق دامنگیر تھا۔ پرواہ نہ کرتے ہوئے کہنے لگی !! یہاں کیا رکھا ہے۔ آؤ میں دنیائے اسلام کی سیر کراؤں۔ تم وہاں نہایت دلفریب منظر پاؤ گی !! اچھی سہیلی چلو میں نے کہا۔ میری عزیز میرے دل بہلانے کو یہ مناظر کافی ہیں۔ میں اور کچھ نہیں چاہتی"۔ کہنے لگی "تم چلو تو سہی۔ یہ سب کچھ تم وہاں جا کر بھول جاؤ گی۔ وہاں کا چمن ایسا دلکش ہے۔ کہ کبھی دیکھا نہ ہو۔ ایک طرف عظیم الشان درختوں کی قطار شان بے نیازی دکھا رہی ہو گی دوسری طرف دھانوں کے وسیع کھیت۔ تم دیکھنا کس دلپذیر ادا سے لہرا رہے ہوں گے۔ ندی ایک عجیب انداز سے بہہ رہی ہو گی۔ بلبل پھولوں سے سرگوشیاں کر رہی ہو گی۔

میرا انکار اور اس کا اصرار برابر بڑھ رہے تھے۔ آخر میں مجبور ہو گئی۔ اور سہیلی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے چمنِ اسلام کی سیر کو روانہ ہوئیں۔

میری سہیلی آتے ہی مصروف گلگشت ہو گئی۔ وہ بہت خوش تھی۔ مگر میری اور اس کی بصیرت میں بہت تفاوت تھا۔ اور اس کے احساسات میں بڑا فرق۔ وہ مسرور تھی اور میں محزون۔ وہ مطمئن تھی اور میں بے چین۔ وہ شاداں میں پریشان۔

جن منظروں کو وہ دلفریب القاب سے ملقب کر رہی تھی۔ حسن جہاں تاب سے تعبیر کر رہی تھی۔ نکھرے ہوئے جوبن سے تشبیہ دے رہی تھی۔ مجھے ان سے صدائے نالہ و شیون سنائی دیتی تھی۔ جن پانی کی لہروں کو وہ ناز آفرین بتا رہی تھی۔ مجھے وہ سر نہفتی دکھائی دیتی تھی۔ اس کے توصیف کردہ سر بفلک اشجار مجھے سینہ کوبی میں مصروف نظر آتے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ سبزہ کی سرسراہٹ میں آہ بکا جاری ہے۔

الغرض میری اور اس کی نگاہوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ مگر اس کی تعریفیں ختم نہ ہوتی تھیں۔ وہ ہر جڑی بوٹی کو بے عیوب اور اکمل واتم بتا رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی۔ کہ بغیر کسی باغبان کے یہ چمن سرسبز ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔ مگر میری بصارت مجھے دکھا رہی تھی۔ کہ قدرت کے تمام تار و پود بکھرے ہوئے اور سراسیمہ ہیں۔ ان پر افسردگی و بیکسی کا عالم چھایا ہوا ہے۔ اور ہر چیز محتاج اصلاح و منت کشِ ریفارمر ہے !! میں اس عالمِ پریشان کو دیکھ کر سخت گھبرائی۔ میری رگ رگ میں ایک بیکلی سی بپا ہو گئی۔ تاب نہ لاتے ہوئے۔ اور اس لئے کہ ان بھیانک منظروں کو نہ دیکھوں میں دوسری سمت نکل گئی۔ مگر وہاں کا عالم انتہائی ہوشربا تھا۔ فرقہ انات !! نہایت عمیق و تاریک غاروں میں دم توڑ رہا تھا۔ ان کو اجازت نہ تھی۔ کہ ابھر کر کھلی سانس لیں۔ ان کی حسرت زدہ کیفیت اور یاس والم میں ڈوبی نگاہ نے میرے دل و دماغ پر سخت چرکہ لگایا۔ دلِ مجروح کے ساتھ نہایت خفیفہ آگے بڑھی۔ اور بغیر ارادہ کے کنارِ جو بیٹھ گئی۔ اپنی سہیلی پر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتی تھی۔ کہ جس نے مجھے ان پر خار منظروں اور بھیانک سینوں میں لا ڈالا !!! میرا انتشار اور بے چینی لحظہ بلحظہ بڑھ رہی تھی۔ اور نگاہیں قدرت کے اس خوفناک و پرسوز منظر پر نوحہ کناں تھیں۔

میری سہیلی روشوں سے پھرتی ہوئی میرے قریب آئی۔ مجھے از خود رفتہ دیکھ کر مسکرائی۔ کہو کیسی فضا ہے۔ ہاں سچ کہنا کتنی مسرور کن ہے؟! اف مسرور کن !!! آہ اے کوتاہ بین ! مجھے تو نے کس جھمیلے میں الجھا دیا۔ آہ اس فضاء کو تو مسرور و تسکین سے دور کی بھی نسبت نہیں۔ آہ اس پراگندگی پر تو اچھلتی ہے۔ یہ خیال آتے ہی میں بیحد بیتاب ہو گئی۔ میرا دل سینہ میں بے انداز طور سے اچھلنے لگا۔ بلکہ سینہ توڑ کر نکلا چاہتا تھا۔ سانس بے انتہا تیز ہو گیا۔ زبان خشک اور حلق میں گویا کانٹے پیدا ہو گئے میں گھبرا کر کھڑی ہو گئی !! پھر بیٹھی ! مگر سکون کہاں؟ بے قرار ہو کر ندی کی طرف جھکی۔ کہ چلو بھر پانی پیوں۔ شاید طبیعت سنبھلے ! آہ اف !! میرے اضطرار کی کچھ حد نہ رہی۔ جب میں نے سہیلی کے تعریف کئے ہوئے ندی کے پانی کو دیکھا۔ سخت کثیف۔ گدلا اور متعفن، طرفہ یہ کہ حشرات الارض اسے بھی پینے کی اجازت نہیں دیتے۔

یہ کیفیت دیکھ کر میرے تو حواس منتشر ہو گئے۔ اب تقریباً مجھ پر دیوانگی سی طاری ہو گئی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ سر چکرایا اور قریب تھا۔ کہ دھڑام سے زمین پر آ رہوں۔ کہ یکلخت ہوا کا ایک عنبرین جھونکا آیا۔ میں سنبھلی !! پانی میں ہلکا سا تلاطم ہوا۔ اور ساتھ ہی ایک نورانی ہستی نمودار ہوئی۔ جسے دیکھ کر پہلے تو میں سہم گئی۔ مگر پھر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر اس کے حسن دلفریب نے مبہوت سا کر دیا۔ اور میں پیکر تصویر کی طرح کھڑی رہ گئی۔

نگاہِ حیرت زدہ اُس حسن دلکش پر جمی ہوئی تھی کہ اس ہستی نے ایک مستی خیز اور محبت آمیز نگاہ سے میری طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک جام لبالب بھرا تھا۔ جسے مسکراتے ہُوئے اُس نے میری طرف بڑھایا۔ مگر میں تو اپنے حواس ہی میں نہ تھی۔ جام لے لینے کی تمیز کہاں؟

اس پیکر نور نے از خود ہی نہایت تلطف سے وہ جام میرے منہ سے لگا دیا۔ اور میں کسی بالائی تصرف سے اس کو چڑھا گئی۔ اب مجھ پر وہ پہلی سی انتشاری حالت نہ تھی۔ اور نہ سینہ میں وہ سابقہ تلاطم خیزیاں۔

اب جو نگاہ اٹھا کر دیکھتی ہوں۔ تو نقشہ بالکل بدلا ہُوا۔ نہ وہ عالم بے نظام نہ تلاطم بے ہنگام نہ وہ پراگندگی نہ سراسیمگی، نہ وہ پریشانی نہ بے راہ روی۔

اس نورانی پیکر نے قدرت کے تمام کارخانے کو ایک اعلےٰ جلا بخشی۔ جس سے ہر چیز مجلا تھی۔ اب پہلی سی بے کیفیاں کہاں تھیں۔ اب آب رود گدلا نہ تھا۔ بلکہ اس کا پانی چاندی کو شرما رہا تھا۔ اشجار سجدہ کناں تھے۔ بلبل وحدت کے گیت گا رہی تھی۔ شبنم عقیدت کے گوہر برسا رہی تھی۔ صبا خوشگوار و روح افزا تھی۔ چمن کی پتی پتی سے دلفریبیاں عیاں تھیں۔ ہر چیز پر ایک اعلیٰ انتظام و اہتمام کا رنگ تھا۔ غرض آنکھ جھپکتے ہی سماں کچھ اور تھا۔

میرا اضطرار تو اُس ایک جام سے کھو چکا تھا۔ اب میں بشاش تھی۔ میرا دل اپنی اصلی حالت پر دال تھا۔ اور دماغ انتہائی سکون میں۔ اب سینہ میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ میں بھی اپنے کو مسرور دوں"۔ بس شمار کروں۔ چونکہ فضا بھی اب نہایت پاکیزہ ہو چکی تھی۔ زمین سے آسمان تک کثافت و تاریکی کا سحر اُڑ ہو چکا تھا اور خوشنما مناظر کی بھی فراوانی تھی۔ بس

اشتیاق نے میرا دامن کھینچا۔ اور میں نے بہرِ نظارہ قدم بڑھائے۔ میرے استعجاب کی حد نہ رہی۔ جب میں نے اسی کثیف ندی پر!! جہاں میرے لئے پانی پی لینا مشکل تھا! شیر اور بکری کو یکجائیگی میں نے پیاس بجھاتے دیکھا۔ ایک عالم تحیّر میں آگے بڑھی تو اس سے بھی انوکھا منظر پایا۔ یعنی ننھے اطفال بے دھڑک سانپوں سے کھیل رہے تھے۔ اس سے آگے بڑھی۔ دل باغ باغ ہوگیا۔ یہ دیکھکر کہ طبقۂ اناث نہایت شان و شوکت سے معززانہ حالت میں، ایک بلند و بالا شہ نشین پر متمکن ہے گرد و پیش علم و فضل اور عزّ و توقیر ہاتھ باندھے استادہ ہیں۔ اور منتظر احکام۔ میں اس منظر سے بہت ہی مسرور ہوئی۔ اور جب مجھے یہ معلوم ہُوا۔ کہ یہ کارہائے احسن اس "نورانی پیکر" کے ذریعہ ظہور پذیر ہیں، یہ سبزی و شادابی اسی مقدس قدوم کی برکت، اور یہ طمانیت اس مصدرِ الٰہی کا فیض ہے تو میرے دل و دماغ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہوگئی۔ اور سینہ میں یہ تمنا تڑپنے لگی۔ کہ تمام عالم مضطر، فضائے تاریک، اور دنیائے بے نظام کو اس منبع پر حسن پر احسان سے مطلع کردوں۔

بابی مشن

بہائی مذہب کی حقیقت

اور

کوکب ہند کی حماقت

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(از)

حضرت اقدس خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

نے فرمایا تھا۔ کہ جتنی کتابیں بہاء اللہ کی ہیں ان پر لکھا ہوتا ہے "وحی کی بہاء اللہ نے"۔ کوئی انسان یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں انسانوں کی طرف وحی کرتا ہوں بلکہ یہ خدا ہی کہہ سکتا ہے:۔

بہائی:۔ اس کے جواب میں لکھتا ہے:۔

"حضرت مکرم! اس مضمون خطبہ میں آپ ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللّٰہ رمٰی۔ یعنی کردہ او کردۂ اللہ بود تسلیم کر چکے ہیں۔ پھر گفتہ او گفتہ اللہ بود کے تسلیم کرنے میں کیوں ایسا سنگین تامّل آ پڑا"۔

احمدی:۔ فرعون کے متعلق بھی (جس کو بہائی بھی مدعیٔ الوہیت مانتے ہیں) یہی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ جو اپنے آپ کو انا ربکم الاعلیٰ کہتا تھا۔ تو اس سے اس کی مراد خدا کیساتھ اپنی کامل یگانگت تھی نہ کہ خدائی کا ادعا پس گفتۂ فرعون انا ربکم الاعلیٰ کو گفتۂ اللہ بود تسلیم کرنے میں بہائیو! تم کو کیوں ایسا سنگین تامّل آ پڑا۔ یہ کیوں کہے چلے جاتے ہو۔ کہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا! کیا تم لوگوں نے بیان قرآن کی اس حقیقت کو بھی نہیں سمجھا۔ جس کی رسمی شہادت دے رہے ہو۔

بہائی:۔ "کیا مظاہر الٰہی کی ایسی کامل یگانگت نہیں ہے۔ جس میں تفرقہ و دوئی پیدا کرنے والوں کو قرآن نے اولٰٓئک ھم الکافرون حقًّا کا خطاب دیا۔ کیا اس کامل یگانگت کے بیان سے مظاہر الٰہی کی عبودیت کی نفی لازم آتی ہے؟!"

احمدی:۔ اگر یہ یگانگت روح اور جسم کی طرح ہے جیسا کہ تم نے لکھا ہے۔ تو لاریب اس سے عبودیت کی نفی لازم آتی ہے۔ اور یہ سراسر ادعا الوہیت ہے۔ کیونکہ روح جسم کی محتاج ہے۔ اور اسی طرح جسم بغیر روح کے کچھ نہیں۔ ایک بے جان چیز ہے۔ لہٰذا ایسی کامل یگانگت سے صاف لازم آتا ہے۔ کہ خدا جو بمنزلہ روح کے ہے۔ جسم کا (یعنی مظاہر الٰہی) کا محتاج ہے اور یہ بالبداہت کفر ہے۔ جس کا سوائے بابیوں کے اور کوئی قائل نہیں۔

قرآن شریف کی آیت اولٰٓئک ھم الکافرون حقًّا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انبیاء و مرسلین کے متعلق ہے۔ اور اہل بہار آج کے ظہور (بہاء اللہ) کو نبی و رسول نہیں کہتے۔ بلکہ یہ خدائی ظہور ہے۔"
(کوکب ہند ع۹ جلد ۷)

اس لئے بہاء اللہ اس مقدس گروہ میں نہیں۔ لہذا اس کے ادعاء الوہیت پر یہ کہکر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا۔ حضرت اقدس خلیفۃ المسیح نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا۔ کہ بہائیوں کی پچاس سالہ کامیابی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کے مرکز میں ۱۵/۱۶ آدمی ہیں۔ لیکن اسکے مقابلہ میں قادیان میں اڑھائی ہزار کے قریب۔

بہائی:۔ "جناب عالی۔ کسی صاحب شریعت کا دس پندرہ انسانوں کو منوا لینا بھی اسکی وہ کامیابی ہے۔ جو خادم شریعت اگر تمام جہان کو بھی قائل کرے۔ تو اس کا عشر عشیر بھی کہلانے کا مستحق نہیں۔ کیونکہ قادیانی جمعیت جناب مرزا مرحوم کے نام پر جمع نہیں ہے۔ بلکہ محمد رسول اللہ کے نام پر ہے۔ پھر بانی شریعت جو خلق جدید برپا کرنے والا ہے۔ اس کے مقابل میں پرانی امت کی خلق کا ایک فرد کیونکر کھڑا ہو سکتا ہے۔"

احمدی:۔ بہرحال اتنا تو تم نے مان لیا۔ کہ بہائی جو اپنی تعداد لاکھوں اور کروڑوں بتایا کرتے ہیں۔ وہ صحیح نہیں۔ باقی رہا یہ کہ "قادیانی جمعیت جناب مرزا مرحوم کے نام پر جمع نہیں ہے۔ بلکہ محمد رسول اللہ کے نام پر قائم ہے۔" بالکل صحیح ہے۔ مگر لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے تم بھی اپنے متعلق یہی کہا کرتے ہو۔ کہ:۔

"دین حق ایک چیز ہے دو نہیں۔ اسے عربی زبان اسلام کہتی ہے۔ وہی حضرت ابراہیم نے پیش کیا۔ وہی حضرت موسیٰ کے ذریعہ ظہور پذیر ہوا۔ وہی حضرت روح اللہ سے چمکا۔ وہی سیدنا خاتم نے پھیلایا۔ آج اسی دین اللہ کا اعلان حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں۔"
(کوکب ہند جلد پنجم ع۹ ص۳۲)

بس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ بہاء اللہ کا دس پندرہ انسانوں کو اپنا دعویٰ منوا لینا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ یہ دس پندرہ آدمی بہاء اللہ کے نام پر جمع نہیں ہوئے بلکہ حضرت ابراہیم۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت روح اللہ عیسیٰ اور خاتم الانبیاء علیہم السلام کے نام پر جمع ہیں۔

باقی رہا خادم شریعت۔ اور بانی شریعت۔ سو اس کے لئے بھی تم اپنے مندرجہ ذیل الفاظ پڑھ لو۔ کہ کون صاحب شریعت ہے۔ اور کون خادم شریعت۔ کوکب ہند میں تم لکھتے ہو۔ کہ:۔

"اس شریعت پر جو مرزا صاحب سے پہلے تھی۔ یہ اضافہ ہوا ہے۔ کہ جناب مرزا صاحب کی اتباع کی جائے۔ آج اسلام بغیر مرزا صاحب کی اتباع کے نہیں ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ مرزا صاحب کے اس حکم سے پہلے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز جائز تھی۔ اب حرام ہو گئی ہے۔ مرزا صاحب سے پہلے ہر مسلمان کا جنازہ جائز تھا۔ اب مرزا صاحب کے بعد حرام ہو گیا۔ پہلے ہر مسلمان کو لڑکی دینا حلال تھی۔ اب حرام ہے۔ کیا اکیلے اور خالص کلمہ طیبہ کو ایمان کے لئے ناکافی قرار دینا نماز مسلمین کو جب تک وہ مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مانیں باطل اور بے ثمر بتانا۔ ان کے نکاح باطل ٹھیرانا۔ ان کے مردوں کی نجات کے لئے دعائے مغفرت میں شرکت کو منع کرنا۔ یہ اگر شریعت **اسلام کو منسوخ کرنا نہیں۔ تو کیا ہے اور کیا یہ وہ جدید احکام نہیں ہیں۔ جو جناب مرزا صاحب کے بعد ظاہر ہوئے۔"** (ملاحظہ ہو کوکب ہند کا قادیان نمبر ۱۷ راگست ۱۹۲۳ء)

مندرجہ بالا عبارت میں حضرت مرزا صاحب کو صاحب شریعت جدیدہ بہائی نے تسلیم کیا ہے۔ لیکن معلوم نہیں آج کیوں "خادم شریعت" کہکر اپنی بے بسی اور دروغگو را حافظہ نباشد کا مظاہرۂ کاذبہ کیا جا رہا ہے؟

پھر اسی پر بس نہیں۔ بلکہ کوکب ہند کا بہائی ایڈیٹر بڑے زور و شور سے حضرت مرزا صاحب کو شریعت جدیدہ کا مدعی لکھ چکا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:۔

"صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ"

"جناب میرزا صاحب مرحوم فرماتے ہیں "یہ بھی تو سمجھو۔ کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند اوامر و نواہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی" یہ صاف صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ جس کو دیکھتے ہوئے جناب مرزا صاحب کے مریدوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں۔ جو علی الاعلان جناب میرزا صاحب کو صاحب شریعت رسول کہتے ہیں" (ملاحظہ ہو بابی رسالہ کوکب ہند قادیان نمبر ۳۳ جلد اول ص۱۱)

اب ہمارے سوال کا جواب دو۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحب نے بقول تمہارے "صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ" کیا ہے۔ تو تم آج انہیں اعتراض سے بچنے کے لئے "خادم شریعت" کیوں کہتے ہو؟ اور اگر وہ "خادم شریعت" ہیں۔ تو تم نے ان کو "صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ" کرنے والا کیوں لکھا۔ اور لعنت اللہ علی الکاذبین کے مصداق کیوں بنے؟

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے فرمایا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب اور بہاء اللہ کا مقابلہ کرنا ایسا ہی مقابلہ ہے جیسا محمد رسول اللہ اور مسٹر ایڈیسن کا۔ اس پر کوکب ہند کا بہائی ایڈیٹر لکھتا ہے:۔

"اس اعتراض سے میاں صاحب کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت بہاء اللہ اس نوع میں ہی داخل نہیں ہیں۔ جو صاحبان شریعت کی ہے"

احمدی:۔ شریعت ہمیشہ رسول اور نبی لاتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہی سنت جاریہ الٰہیہ ہے۔ کہ شریعت اللہ تعالےٰ ہمیشہ رسولوں کے ذریعہ ہی نازل کرتا رہا ہے۔ لیکن بہائی لوگ

"آج کے ظہور (بہاء اللہ) کو نبی و رسول کا ظہور نہیں کہتے"

"حق یہ ہے۔ کہ بہائی حضرت بہاء اللہ کو نبی نہیں کہتے۔ بلکہ نبوت کو حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم سمجھتے ہیں"

(کوکب ہند جلد ۲ ع ۹ صلا)

ایک بہائی اخبار اہلحدیث یکم نومبر ۲۹ء میں لکھتا ہے۔ کہ بہائی لوگ

"بہاء اللہ کو موعود امم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے عقیدہ میں وہ ظہور کلی الٰہی ہیں۔ یہ مقام ان کے (اہل بہاء) کے نزدیک نبوت و رسالت سے برتر ہے"

مندرجہ بالا حوالجات سے صاف ظاہر ہے کہ بہاء اللہ صاحبان شریعت یعنی رسولوں کی نوع میں داخل نہیں۔ ہاں راجہ رام موہن رائے بانی برہم سماج اور دیوگورو بھگوان بانی دیو سماج (منکر خدا) لوگوں کی نوع میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے بھی کچھ قوانین بنائے ہیں۔ اور ان کو دنیا میں رواج دینا چاہا ہے۔

بہائی ایڈیٹر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طرف یہ الفاظ منسوب کر کے کہ "اہل بہاء کو اگر کامیاب بھی فرض کر لیا جائے۔ تو کیا حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں مسیلمہ کذاب کامیاب نہ تھا" تنقید کرتا ہے:۔

بہائی:۔ "دوسرے مرزا صاحب کے مقابلہ میں حضرت بہاء اللہ کو تقدم زمانی حاصل ہے۔ اس لئے مسیلمہ کی حیثیت مدعی مابعد کی ہوگی۔ نہ کہ مدعی ماسبق کی"

احمدی:۔ اس "تقدم زمانی" کی نسبت استاد ذوق اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

مقدم صدق پر ہے کذب۔ گرچہ صدق فائق ہے
کہ پہلے صبح کاذب اور پیچھے صبح صادق ہے

پس اگر بہاء اللہ کو تقدم زمانی حاصل ہے۔ تو وہ صبح کاذب کا حکم رکھتی ہے۔ دوسرے یہ کہ تقدم زمانی اس وقت قابل اعتبار ہوتی ہے۔ جبکہ ملک ایک ہو۔ اور دعویٰ بھی ایک ہو۔ جیسا کہ ملک عرب میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر آپ کی دیکھا دیکھی مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی بھی یہی دعویٰ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

لیکن یہاں یہ صورت نہیں۔ کیونکہ بہاء اللہ نے ایران بلکہ شام و عراق میں دعویٰ کیا۔ اور حضرت مرزا صاحب نے ہندوستان میں۔ دوسرے بہاء اللہ نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اور کہا کہ لا الٰہ الا انا المسجون الفرید۔ کہ کوئی خدا نہیں مگر میں جو مسجون ہوں لیکن حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ کیا۔ میں خدا کے حکم سے نبی و رسول ہوں۔ پس مدعی نبوت اور مدعی الوہیت کے متعلق تقدم زمانی کو پیش نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ تقدم زمانی تو فرعون کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حاصل تھی۔ کیونکہ فرعون کا دعویٰ پہلے تھا۔ اور حضرت موسیٰ نے بعد میں دعویٰ کیا تھا۔ تیسرے اس قسم کی تقدم زمانی دجال کو بھی حاصل ہے۔ کیونکہ احادیث میں لکھا ہے دجال کا خروج پہلے ہوگا۔ اور حضرت مسیح موعود بعد میں نزول فرما کر دجال کو قتل کریں گے۔

چوتھے بہاء اللہ اور مسیلمہ کذاب کا مقابلہ اس لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔ کہ بہاء اللہ نے بھی رحمٰن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور مسیلمہ کذاب نے بھی رحمٰن ہونے کا ادعا کیا تھا۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۳۵۳ پر ابوجہل کا یہ قول درج ہے۔ کہ انما الرحمٰن ھو مسیلمۃ۔ کہ رحمٰن تو مسیلمہ ہے۔ اور مسیلمۃ الکذاب کے معتقدین میں سے ایک شاعر کا یہ مصرعہ ہے۔ جو تفسیر خازن جلد اول صلا پر درج ہے

؎ وانت غیث الوری لازلت رحمانا

کہ اے مسیلمہ تو مخلوق کیلئے بارش ہے اور ہمیشہ رحمٰن ہے۔

(حافظ سلیم احمد اٹاوی) (باقی دارد)

عیسائی مشن

مسٹر اکبر مسیح اور ابن اللہ

(۴)

(از مولوی محمد یعقوب صاحب مولویفاضل)

(گذشتہ سے پیوستہ)

لوگوں کے سامنے جھوٹ بولنا

پھر حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک یہ گناہ بھی اناجیل میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے بعض دفعہ لوگوں کے سامنے جھوٹ بولا۔ اور ان کے پاس وہ کچھ کہا۔ جو کہ واقعات کے صریح خلاف تھا۔ مثلاً کہتے ہیں۔ کہ:۔

"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں۔ اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے۔ مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی بھی جگہ نہیں" متی $\frac{8}{20}$

دیکھو! اس جگہ لوگوں کے سامنے اپنے رہائشی مکان کی کلی طور پر نفی فرما رہے ہیں۔ مگر یوحنا میں لکھا ہے کہ شاگردوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ

"اے ربی (یعنی اے استاد) تو کہاں رہتا ہے اس نے ان سے کہا چلو دیکھ لو گے۔ پس انہوں نے اس کے رہنے کی جگہ دیکھی۔ اور اس روز اس کے ساتھ رہے" یوحنا $\frac{1}{39}$

اب یوحنا سے تو آپ کے مکان کا بھی پتہ چل گیا۔ مگر عام لوگوں کے سامنے حضرت مسیح یہی کہتے تھے۔ کہ میرے لئے سر چھپانے کی بھی جگہ نہیں۔ اہل دانش بتائیں کہ آیا مسیح کا ایسا کہنا کذب و زور میں شمار ہو رہا ہے یا کہ نہیں؟

اسی طرح حضرت مسیح نے ایک اور موقعہ پر جھوٹ بولا جیسا کہ یوحنا میں لکھا ہے۔ کہ یہودیوں کی ایک عید کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دن تھا۔ مسیح علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ سے کہا۔ کہ آپ بھی اس عید میں تشریف لے چلیں۔ مگر انہوں نے جواب دیا۔ کہ:۔

"تم عید میں جاؤ۔ میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا"۔

مگر سنو! کہ واقعات کیا بتلاتے ہیں۔ کیا مسیح علیہ السلام نے اُن سے یہ سچ کہا تھا۔ کہ میں اس عید میں نہیں جاتا۔ بلکہ سچ یہ ہے۔ کہ اُن سے مسیح علیہ السلام نے ایک طرح جھوٹ بولا۔ کیونکہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"جب اُس کے بھائی عید میں چلے گئے۔ اس وقت وہ بھی گیا۔ ظاہراً نہیں بلکہ گویا پوشیدہ"۔

(یوحنا ۷/۱۰ تا ۷)

مسیحی دوستو! خدارا انصاف کرو کیا ایسا شخص معصوم عن الخطاء اور بے عیب کہلا سکتا ہے۔ جس کے اندر اس قدر عیوب نظر آتے ہوں۔ اور جبکہ یقینی طور پر ایسی عادتیں رکھنے والا انسان گنہگار سمجھا جاتا ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ آخر عیسائی حضرت مسیح کو معصوم کیونکر کہہ رہے ہیں۔ القصہ ابنیتِ مسیح کی تائید میں پادری اکبر مسیح صاحب کا حضرت مسیح کی معصوم اور بے عیب ذات کو بطور دلیل کے پیش کرنا ہرگز انجیل سے ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور جب کہ مسیح علیہ السلام خود انجیل سے گنہگار ثابت ہو گئے۔ تو عیسائیوں کی یہ دلیل بھی باطل اور نکمّی ہو گئی۔ اور ابنیتِ مسیح کے عقیدہ کی لغویت دنیا پر عیاں ہو گئی۔ فالحمد للّٰہ رب العالمین +

امرِ ثالث

اب تیسرا امر جس کو اس دلیل کی تردید میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تمام عیسائی اس بات کے قائل ہیں کہ صرف حضرت مسیح ہی بے گناہ اور معصوم تھے۔ باقی تمام انسان آدم و حوّا کے اثر کی وجہ سے وراثتاً گنہگار ہیں۔ اور یہی دلیل اُن کی الوہیت و ابنیت کی ہے۔ مگر بائیبل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ گناہوں سے پاک ہونا یہ صرف حضرت مسیح کا ہی خاصہ نہیں۔ بلکہ کئی وجود گناہوں سے پاک ہیں۔ اور وہ بھی حقیقتاً مسیح کی طرح معصوم اور بے عیب ہیں۔ پس جبکہ بیسیوں لوگ بے عیب اور خدا کے حضور کامل راستباز ہوں۔ اور خود کتاب مقدس" انہیں پاک و راستباز ثابت کر رہی ہو۔ تو پھر بے عیب ہونے کو حضرت مسیح کی خدائی کی دلیل ٹھہرانا کبھی بھی صحیح نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اگر بے عیب ہونے سے ہی کوئی خدا ہو سکتا ہے۔ تو پھر ان تمام انسانوں کو بھی خدا ماننا جائے جنکی پاکیزگی اور طہارت مقدس بائیبل سے ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھو۔

راستبازوں اور بے عیب لوگوں کی کثرت

اوّل:۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ ان کے متعلق بائیبل کہتی ہے:۔

"نوح اپنے قرنوں میں صادق اور کامل تھا۔ اور نوح خدا کے ساتھ چلتا تھا"۔

(پیدائش ۶/۹)

پھر حضرت نوح علیہ السلام کی معصومیت اور راستبازی کا ہمیں حزقی ایل سے بھی پتہ چلتا ہے۔ وہاں خدا فرماتا ہے:۔

"اے آدم زاد۔ جبکہ کوئی سرزمین خطائے شدید کر کے میری گنہگار ہوتی ہے۔ اور میں اپنا ہاتھ اس پر چلاؤں۔ اور اس کی روٹی کی ٹیک توڑ دوں۔ اور اس پر کال بھیجوں۔ اور اُس میں کے آدمیوں کو اور حیوانوں کو ہلاک کروں۔ ہر چند یہ تین شخص نوح اور دانی ایل اور ایوب اس میں موجود ہوتے۔ تو خداوند یہوواہ کہتا ہے۔ کہ وہ اپنی صداقت سے فقط اپنی ہی جانوں کو بچاتے"۔ (حزقی ایل ۱۴/۱۴)

گویا نوح۔ دانی ایل اور ایوب ایسے برگزیدہ نفوس تھے۔ کہ خدا اگر گنہگاروں کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا۔ تو ان کی جانوں کو ضرور بچا لیتا۔ یہ بے گناہی اور معصومیت کا اگر ثبوت نہیں۔ تو اور کس چیز کا ہے۔

دوم:۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ کیونکہ ان کے متعلق جب بعضوں نے ایک عورت کے بارے میں کچھ شکایت کی۔ تو خدا نے لوگوں پر ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور کہا۔ کہ:۔

"میرا بندہ موسیٰ ایسا نہیں۔ وہ میرے سارے گھر میں امانت دار ہے۔ میں اس سے آمنے سامنے صریح باتیں کرتا ہوں"۔ (گنتی ۱۲/۷)

سوم:۔ پھر کالب بن یفنہ بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ خدا فرماتا ہے:۔

"میرا بندہ کالب جو ہے۔ ازبسکہ اور ہی روح اس کے ساتھ تھی۔ اور اُس نے میری پوری پیروی کی ہے۔ میں اُس کو اس زمین میں جہاں وہ گیا تھا۔ لے جاؤں گا۔ اور وہ جو اس کی نسل سے ہونگے۔ اُس کے وارث بنیں گے"۔ گنتی ۱۴/۲۴

چہارم:۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ کیونکہ خدا نے ان کے متعلق فرمایا:۔

"میں اپنے بندے داؤد کی خاطر جسے میں نے برگزیدہ کیا۔ اور جس نے میرے قانونوں اور شریعتوں پر عمل کیا۔ جب تک وہ جیتا رہے گا۔ اس کو والی رکھوں گا"۔ (۱۔ سلاطین ۱۱/۳۴)

اور دوسری جگہ پھر فرمایا:۔

"تو میرے بندے داؤد کی مانند نہ ہوا۔ جس نے میرے حکموں کو حفظ کیا۔ اور اپنے سارے دل سے میری پیروی کی۔ تاکہ فقط وہی کرے۔ جو میری نگاہ میں اچھا تھا"۔ (۱۔ سلاطین ۱۴/۸)

پنجم:۔ پھر حضرت حزقیاہ بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ دیکھو لکھا ہے:۔

"تب حزقیاہ نے اپنا منہ دیوار کی طرف کیا۔ اور خداوند سے دعا مانگی۔ اور کہا۔ اے خداوند میں تجھ سے منت کرتا ہوں۔ کہ اب یاد فرمایئے۔ کہ میں کیونکر راستی اور دل کے کامل شوق سے تیرے آگے چلتا پھرتا رہا۔ اور جو تیری نگاہ میں اچھا تھا۔ وہی میں نے کیا۔ اور حزقیاہ زار زار رویا"۔

(۲۔ سلاطین ۲۰/۳ و یسعیاہ ۳۸/۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ششم :- پھر حضرت ایوبؑ بھی بے گناہ اور معصوم تھے دیکھو بائیبل کہتی ہے :-

"عوض کی سرزمین میں ایوبؑ نامی ایک شخص تھا۔ اور وہ شخص کامل اور صادق تھا۔ اور خدا سے ڈرتا اور بدی سے دور رہتا تھا" ایوب ۱/۱

پھر حضرت ایوبؑ خود کہتے ہیں :-

"دیکھو میں اپنا حقیقتِ حال مفصل بیان کرتا ہوں میں جانتا ہوں۔ کہ صادق ٹھیروں۔ کون ہے۔ جو مجھے ملزم ٹھہرائے" (ایوبؑ ۱۳/۱۹)

اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ :-

"میں پاک ہوں۔ گناہ سے مبرّا اور صاف ہوں مجھ میں بدی نہیں" (ایوبؑ ۳۳/۹)

ہفتم :- پھر حضرت دانی ایلؑ بھی بے گناہ اور معصوم تھے۔ دیکھو لکھا ہے :-

"اُن پیشواؤں اور سرداروں نے چاہا۔ کہ ملک داری کی بابت دانی ایل پر قصور ثابت کریں۔ لیکن وہ کوئی داؤ یا کوئی قصور پا نہ سکے۔ کیونکہ وہ دیانتدار تھا۔ اور اس میں کوئی خطا یا گناہ پایا نہ گیا" (دانی ایل ۶/۴)

ہشتم :- پھر ان خاص برگزیدہ نفوس کے علاوہ عام رنگ میں بھی انسانوں کی پاکیزگی کا اقرار کیا گیا ہے دیکھو لکھا ہے۔

"پاک لوگ اپنی بزرگواری پر فخر کریں۔ اور اپنے بستروں پر پڑے ہوئے بلند آواز سے گایا کریں" (زبور ۱۴۹/۵)

پس ان حوالجات کے ہوتے ہوئے صرف حضرت مسیحؑ کو ہی معصوم اور بے گناہ کہنا کسی طرح بھی صحیح مانا نہیں جاسکتا۔ اور ان حوالجات سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ بے عیب ہونا کوئی مسیحؑ کی خصوصیت نہیں ہے۔ پس "معصومیت" کو آپ کی الوہیت کی دلیل ٹھہرانا ہرگز صحیح نہیں۔ وگرنہ عیسائیوں کا فرض ہے۔ کہ وہ ان تمام پاک نفوس کو بھی خدا ماننے لگ جائیں۔ اور تین اقانیم کی بجائے بیسیوں اقانیم کے قائل بن جائیں +

(باقی دارد)

دیانندی مشن

دیانند اور وید

(۱)

اخبار آریہ ویر میں ایک مضمون مہاشہ پریم چند آریہ سیوک کا بعنوان "آریہ سماج اور اسلام" میری نظر سے گذرا۔ جس میں مضمون نویس نے عقل و سمجھ کو ایک طرف رکھکر عجیب طرح کی بے تکی باتیں ہانکی ہیں۔ اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کہ اسلام نے اپنے اصولوں کے اظہار اور پرچار کرنے میں بہت اصلاح کرلی ہے۔ اور یہ ساری مہربانی آریہ سماج کی ہے۔ کیونکہ آریہ سماج نے جب اہلِ اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی۔ تو مسلمانوں میں سے خصوصاً مرزا صاحبؑ نے ان اعتراضوں سے گھبرا کر قرآن مجید کے ایسے معنی کئے۔ کہ جن پر اعتراض نہ پڑ سکے۔ اور تاویلات کا سہارا لیکر پھر اسکی تعلیم کو مہذب جماعتوں کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرسکیں۔ پس یہ آریہ سماج کا احسان ہے۔ کہ جس کا بدلہ مسلمان تاقیامت ادا نہیں کرسکتے۔ اس کے بعد مہاشہ جی نے اور بھی کئی اعتراض کئے ہیں۔ جن کا جواب بالترتیب انشاء اللہ تعالےٰ دیا جائے گا۔

ویدوں کی دیانندی ارتھ

مہاشہ جی! حضرت مرزا صاحبؑ نے قرآن کریم کے معنے جو کئے ہیں۔ وہ آپکے اعتراضات سے بچنے کی غرض سے نہیں۔ بلکہ جو بھی انکے اصلی اور صحیح معنے تھے وہی ظاہر کر دیئے ہیں۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آپ نے یا تو دیانند کا بھاشیہ دیکھا نہیں۔ اور اگر دیکھا ہے۔ تو آپ جان بوجھکر اس کو چھپاتے ہیں۔ کیا آپ کو خبر نہیں۔ کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے اعتراضوں سے گھبرا کر آپ کے گرو نے ویدوں کے ایسے ارتھ کئے ہیں۔ کہ جن کو پڑھکر ہنسی آتی ہے۔ چنانچہ آپ کے بتانے کے لئے صرف ایک حوالہ لکھتا ہوں۔ سنو اور غور سے سنو۔ یجروید کا بھاشیہ کرتے ہوئے سوامی مہی دھر جی مہاراج نے "گنپتی" لفظ کے معنے گھوڑے کا ... کئے ہیں۔ لیکن جب عیسائیوں اور مسلمانوں کی طرف سے اعتراض شروع ہوئے۔ کہ کیا یہ الہامی کتاب ہوسکتی ہے۔ جس میں اس قدر بے حیائی کی تعلیم ہو اور تمام دنیا کے علماء نے ویدوں سے نفرت کا اظہار کیا۔ اور ہندو دھرم اس وقت سخت خطرہ میں ہوگیا کیونکہ ان کے پاس ان اعتراضوں کا کوئی جواب نہ تھا۔ جس کا سبب یہ ہوا۔ کہ سینکڑوں ہندو اپنے آبائی دھرم کو چھوڑکر عیسائی اور مسلمانوں کی شرن میں آگئے۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے سورج پنڈت نیل کنٹھ جی شاستری جیسے ودوان نے بھی ہندو دھرم کو چھوڑکر مسیحی دھرم کو قبول کیا۔ اور ان کے بعد اور لوگ بھی آہستہ آہستہ اس بوسیدہ مذہب کو چھوڑنے لگے۔ تب دیانند ان واقعات سے گھبرایا اور سوچنے لگا۔ کہ کونسا طریق استعمال کیا جائے کہ جس سے ہندو قوم کو بچایا جائے۔ آخر بڑی غور و خوض کے بعد اس نے یہ پکا ارادہ کرلیا۔ کہ میں ویدوں کے معنی و مطلب پلٹ کر ایسے ارتھ کردوں۔ جن پر کسی طرح اعتراض نہ پڑ سکے۔ اور وہ اس قابل ہو۔ کہ اس کو مہذب گروہ کے سامنے پیش کیا جاسکے۔ چنانچہ اس لفظ "گنپتی" کا ارتھ پنڈت دیانند نے "ایشور" کیا۔ اور کہا کہ مہی دھر کو غلطی لگی ہے۔ دراصل اس کے یہ معنی نہیں۔ غرض اس طرح پنڈت دیانند نے سارے وید منتروں کے معنی اور مطلب بیان کرنے میں اس اصول کو لیا۔ اور آپ نے یہاں تک اس میں ترقی کی۔ کہ آپ کے چیلوں کو بھی یہ قبول کرنا پڑا۔ کہ واقعی دیانند جی نے ویدوں کے معنی توڑ مروڑ کر کئے ہیں۔ اور ایسے معنے کئے ہیں۔ جو کہ وید منتروں سے ظاہر نہیں ہوتے۔ اور ان کو پڑھکر انسان کا رہا سہا ایمان بھی ویدوں پر سے جاتا رہتا ہے۔ چنانچہ سوامی ستیا دھاری جی اپنی کتاب میں ایک آریہ اپدیشک کا قول درج کرتے ہیں۔ کہ :-

"ایک اپدیشک نے ایک دفعہ تنہائی میں مجھ سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہا۔ کہ جب سے میں نے سوامی دیانند کا بھاشیہ پڑھا ہے۔ تب سے میرا ایمان جو ویدوں کے متعلق تھا اڑ چکا ہے۔ مگر کیا کروں ملازمت کی وجہ سے دل کی بات زبان پر نہیں لاتا۔"

(اظہار حقیقت ص۹۵)

بھاشِ دیانند کے متعلق میکس مولر کی رائے

اسی طرح سنسکرت کے مشہور عالم میکس مولر کی رائے ہے۔ کہ پنڈت دیانند نے ویدوں کے ارتھ بالکل بگاڑ کر دیئے ہیں۔ چنانچہ وہ ایک خط میں جو کہ انہوں نے پنڈت اگنی ہوتری کو لکھا تھا لکھتے ہیں۔ کہ:-

"آپ نے جو کاغذات بھیجے ہیں۔ ان سے میں آپ کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دیانند سرسوتی کے متعلق تحریر پڑھ کر میرے وہ شکوک مضبوط ہو گئے ہیں۔ جو کہ میرے دل میں ان کے بارے میں تھے۔ میں ابھی تک سمجھتا تھا۔ کہ مذہبی امور میں وہ بڑے ہی کٹر یا اس سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ لیکن مجھے یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوا ہے۔ کہ وہ اپنے مذہبی جوش کی آڑ میں کوئی چال بھی چلتے تھے۔ اور دیگر مصلحین کی طرح وہ بھی اپنے معتقدوں اور خوشامدیوں کے ذریعہ گمراہ کر دیئے گئے تھے۔ بڑے دکھ کی بات ہے۔ کہ ان کے کئے رگوید اور یجروید کے بھاشیہ ان کی بھگی ہوئی عقل کے عجیب نمونے اور سوغات ہیں۔"

(رسالہ سرسوتی ہندی جلد ۱۳ ص ۱)

دیانند کی تفسیر وید اور یونیورسٹی

پس ان دو شہادتوں سے اچھی طرح واضح ہو گیا۔ کہ پنڈت دیانند نے اپنے وید بھاشیہ کرنے میں بہت ہی زور لگایا ہے۔ کہ ایسے معنی کئے جاویں۔ تاکہ لوگ اس پر اعتراض نہ کر سکیں۔ خواہ وہ معنی فی نفسہ ایسے لچر اور بے ہودہ ہی کیوں نہ ہوں۔ کہ جن کو پڑھ کر آدمی بے اختیار ہنس پڑے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے عالموں نے دیانند کے بھاشیہ کو غلط ہی نہیں بلکہ صریح ویدوں کے خلاف بھی بتایا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے اپنا بھاشیہ یونیورسٹی کے پاس بھیجا۔ تاکہ اس کو امتحان میں رکھ لیا جاوے۔ یونیورسٹی نے اس کو پنڈتوں کے پاس بھیجا۔ اور لکھا کہ اپنی اپنی رائے سے اطلاع دیں۔ جس کے جواب میں تمام پنڈتوں نے متفقہ طور پر اس بھاشیہ کو غلط قرار دیا۔ اور کہا کہ یہ ویدوں کا تو ترجمہ نہیں۔ کیونکہ منتر کچھ کہتا ہے۔ اور ترجمہ کچھ اور۔ چنانچہ ان پنڈتوں میں سے چند ایک کے نام آپ لوگوں کے فائدہ کے لئے لکھتا ہوں۔ مسٹر ٹانی صاحب ایم۔ اے پرنسپل ریزیڈنسی کالج کلکتہ۔ پنڈت گورپرشاد ہیڈ پنڈت اورینٹل کالج لاہور۔ پنڈت رکھی کیش صاحب سیکنڈ پنڈت اورینٹل کالج لاہور۔ پنڈت بھگوانداس صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔ پنڈت مہیش چندر قائم مقام پرنسپل سنسکرت کالج کلکتہ۔

غرض اسی طرح اور کئی پنڈتوں نے بھی لکھا ہے کہ پنڈت دیانند کا بھاشیہ (یعنی ترجمہ و تفسیر وید) بہت ہی غلط ہے۔ اور وہ اس قابل نہیں۔ کہ اس کو پڑھا جاوے۔ آخر یہ لوگ بھی تو ودوان ہیں۔ اور ان میں سے بعض نے خود بھی ویدوں کے ارتھ کئے ہیں کیا ان سب کے بھاشیہ غلط اور خراب ہیں۔ اور صرف دیانند کا ہی بھاشیہ اس لائق ہے۔ کہ اس کو صحیح مانا جاوے۔ جب نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ دیانند نے دیکھا۔ کہ ویدوں میں جو کچھ لکھا ہے۔ اس پر عیسائی مسلمانوں کی طرف سے اعتراضوں کی بھرمار ہو رہی ہے۔ اس لئے ایسے معنی کرنے چاہئیں۔ کہ نہ تو وہ کسی کی سمجھ میں آویں۔ اور نہ ہی ان پر کوئی اعتراض پڑ سکے۔

پس مہاشہ جی! حضرت مرزا صاحبؑ نے آریہ سماج کے اعتراضوں سے ڈر کر قرآن کریم کے کوئی ایسے ارتھ نہیں کئے۔ جو کہ اس کے محاورہ اور لغت اور اس کی عبارت کے خلاف ہوں۔ لیکن میں نے آپ کو اچھی طرح بتا دیا ہے۔ کہ آپ کے سوامی دیانند نے ہی عیسائیوں اور مسلمانوں کے اعتراضوں سے ڈر کر ایسے ارتھ کئے ہیں۔ کہ جن کو خود ان کے چیلے بھی محسوس کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

(مہتہ محمد عمر شرما مولوی فاضل)

کیا وید اجتماع نقیضین ہیں

وید بھی عجیب کتاب ہے۔ جس میں متضاد خیالات جمع کر دیئے ہیں۔ یعنی اگر ایک کام مفید بتایا گیا ہے تو دوسرے مقام پر اس کی ضد بھی اس کے اندر پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سناتنی دوست انہیں ویدوں سے بیوہ کے نکاح کے خلاف اکثر منتر پیش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کرتے ہیں۔ کہ بدھوا وواہ (بیوہ کا نکاح) وید کے خلاف ہے۔ جیسا کہ راولپنڈی سناتن دھرم یووک سبھا نے اپنے ایک ریزولیوشن میں اس کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ہمارے دیانندی دوست باوجودیکہ ان کے گرو نے بیوہ کے عقد ثانی کو ناجائز ٹھہراتے ہوئے یہاں تک لکھا ہے۔ کہ "یہ شودروں کا ہی ہونا چاہیئے۔ اور برہمن کھشتری۔ ویش کو ہرگز بیوہ کا بیاہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جو کرتا ہے وہ شودر ہے۔" اس کو ویدوں سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ اور اپنے گرو کی عزت اور اس کے حکم کا ذرا بھی احترام نہیں کرتے۔

میرے خیال میں سناتنی بھائی بہت حد تک سچائی پر ہیں۔ کیونکہ وہ اکیلے ہی نہیں کہ جنہوں نے نکاح بیوہ کو ویدوں کے خلاف ٹھہرایا ہو۔ بلکہ آریہ سماج کے گرو نے بھی ان کی تائید کر کے اس مسئلہ کو اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا ہے۔

اب ہم حیران ہیں۔ کہ دونوں میں سے کس کو سچا کہیں اور کس کو جھوٹا قرار دیں۔ کیونکہ ایک طرف سناتن دھرمی اور آریہ سماج کے بانی ہیں۔ اور دوسری طرف آریہ سماج کے بانی کے چیلے۔ اور یہ دونو فریق اپنی اپنی تائید میں ویدوں کے حوالے پیش کرتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ وید ہیں یا اجتماع نقیضین کی پٹاری۔ کیونکہ جو جس کے دل میں آتا ہے۔ وہی اس کے اندر سے نکال لیتا ہے۔

سناتن دھرمی بھائی تو یہ جواب دے سکتے ہیں۔ کہ ہماری تائید آریہ سماج کا بانی کرتا ہے۔ لیکن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

افسوس ان آریوں پر جو کہ اپنے گرو کے حکم کے خلاف کام کر رہے ہیں۔ اور اپنے گرو کی آگیا کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے بھی اس کی مخالفت کی۔ تو مسلمانوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ پس انہوں نے مسلمانوں کے اعتراضات سے بچنے کے لئے بیوہ کے نکاح ثانی کو جائز قرار دیا ہے۔ ورنہ ویدوں میں اس کی کوئی اجازت نہیں ہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی۔ تو ناچار ان کو بھی وقت کے مطابق اس کو جائز قرار دینا پڑا۔ اگرچہ وید میں اسکی اجازت نہیں ہے۔

(مہتہ محمد عمر شرما۔ مولوی فاضل)

خدمتِ والدین

یوں تو اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں جو کہ انسان کو دی گئی ہیں۔ مگر والدین ایک ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے کہ جس کا شکریہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں برس ادا کرنے کے بعد بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اور تمام نعمتیں کم و بیش دوبارہ مل سکتی ہیں۔ مگر یہ ایک ایسی نعمت ہے۔ جو دوبارہ کبھی نہیں مل سکتی۔

کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم سے کسی نے عرض کیا۔ کہ حضورؐ میں نے اپنی ماں کو ستر برس اپنے کندھوں پر اٹھا کر حج کرایا ہے۔ میرا کتنا حق ادا ہوا ہے۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اتنا جتنا کہ تیری والدہ نے تم کو پیشاب والی جگہ سے اٹھا کر خشک جگہ پر بٹھایا۔

آہ! میرے پیارے بھائیو۔ آپ اگر والدین کی قدر معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان سے پوچھو۔ جن کے سر سے بچپن سے ہی والدین کا سایہ جاتا رہا ہے اور وہ یتیم بچے جنہیں نہ کوئی کھانا کھانے کو دیتا ہے نہ کپڑے پہننے کو۔ نہ کوئی پیار کرتا ہے۔ اور نہ کوئی روٹھے ہوؤں کو مناتا ہے۔ خود بخود ہی روٹھتے ہیں اور خود بخود ہی مان جاتے ہیں۔ روٹی مل گئی۔ تو کھا لی۔ ورنہ صبر و شکر کر کے جہاں جگہ ملی پڑ رہے۔

کون ہے۔ جو ان کو عید کے دن اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ کون ہے۔ جو ان کو عید کے دن عمدہ عمدہ کپڑے پہنائے۔ جو ان کو سردی سے بچائے۔ اور اپنے سینوں سے لگا کر پیار کرے۔ اور بلائیں لے۔ کون ہے۔ جو ان کو سوتے وقت گرم گرم چائے یا دودھ پلائے۔ ان کی بیماریوں کا علاج کرے۔ ڈاکٹر کو بلائے۔ روئی دار کوٹ پہنائے۔ وہی خالق جس نے تمام دنیا کو پیدا کیا ہے۔ ان کی تمام ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن کوئی شخص رسولِ مقبول صلعم کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ میں کس سے اچھا سلوک کروں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اپنی ماں سے۔ اپنی ماں سے (دو دفعہ) پھر فرمایا باپ سے۔ پھر فرمایا۔ اس سے کم درجہ کے لوگوں سے۔ پھر فرمایا۔ تمام مسلمانوں سے درجہ بدرجہ سلوک کرو۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا "وہ تباہ ہو گیا۔ وہ برباد ہو گیا"۔ لوگوں نے عرض کیا کون؟ آپؐ نے فرمایا۔ جس کی زندگی میں اس کے ماں باپ بڈھے ہو گئے یا دونوں میں سے کوئی بڈھا ہو گیا۔ اور وہ ناخلف فرزند جنت میں داخل نہ ہوا۔ یعنی ماں باپ کی خدمت کرتا۔ اور جنت میں داخل ہوتا۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کوئی فرزند اپنے ماں باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ صرف ایک صورت میں وہ یہ اگر خدانخواستہ والدین غلام ہو گئے ہوں۔ اور فرزند ان کو روپے دیکر آزاد کرا دے۔

حضرت عبداللہ ابن عاص سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ مجھے اسلامی فوج میں داخل کر لیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ آپ کے ماں باپ زندہ ہیں۔ اس نے جواب دیا زندہ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تمہارے لئے یہی جہاد ہے۔ کہ عمر بھر والدین کی خدمت کرو۔

حضرت عمرؓ کے بیٹے فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی۔ اور والد صاحب کو اس سے بہت نفرت تھی۔ انہوں نے ایک روز مجھ سے فرمایا۔ کہ اس کو طلاق دیدو۔ میں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کیا والد صاحب کو غصہ آیا۔ اسی وقت رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے عرض کی۔ آپؐ نے مجھے طلب کیا۔ اور فرمایا۔ تم اسی وقت اپنی بیوی کو طلاق دو۔ سبحان اللہ والدین کی کتنی تابعداری سکھلائی گئی۔

راجہ رام چندر جی مہاراج نے اپنی سوتیلی ماں کے کہنے کے بموجب ۱۲ برس بن باس اختیار کیا۔ مگر والد صاحب کے قول کو جھوٹا نہ ہونے دیا۔

میرے پیارے احمدی نوجوان بھائیو۔ کیا آپ اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر اس بات کا اندازہ کرو گے۔ کہ ہم نبی کریمؐ کی ان باتوں پر اور قرآن مجید کی اس آیت پر جس میں حکم ہے۔ کہ والدین کے سامنے اُف تک نہ کرو۔ کہاں تک عمل کرتے ہیں؟

اے میرے پیارے بھائیو۔ وہ اماں جو راتوں آپ کو لیکر کھڑی رہتی تھی۔ خود گیلی جگہ سوتی تھی۔ اور آپ کو سوکھی جگہ سلاتی تھی۔ خود تکلیف اٹھاتی تھی۔ اور آپکو آرام دیتی تھی۔ خود سردی میں بیٹھتی تھی۔ اور آپ کو گودی میں لپیٹ کر گرم کرتی تھی۔ اسی طرح باپ جو محنت مشقت کے بعد روزی کما کر آپ کو مفت دیتا ہے۔ اب اگر آپ ان کی قدر نہیں کرتے۔ اور کہا نہیں مانتے۔ تو آپ ہی خیال فرمادیں۔ کہ ان کو کتنی تکلیف محسوس ہوتی ہو گی۔ اس کا صحیح اندازہ آپ کو اس وقت ہو گا۔ جب کہ آپ کی اولاد ہو گی۔ اور وہ آپ سے ایسا سلوک کرے۔ جیسا آپ اپنے والدین سے کرتے ہیں۔ بھائیو یہ تو ایک قسم کا تبادلہ ہے۔ اگر آپ اپنے والدین کی عزت کرینگے۔ تو آپ کے بچے بھی آپ کی عزت کرینگے۔

یہ والدین کا ہی حوصلہ ہے۔ کہ ہم ان کو بہت تنگ کرتے ہیں۔ دکھ دیتے ہیں۔ نافرمانی کرتے ہیں۔ مگر پھر وہ ہمارے لئے نیک دعائیں کرتے ہیں۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ لوگوں کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم والدین کے تابعدار و فرمانبردار بنیں۔ آمین۔ ([illegible])

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں محمد قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)